119740 ـ کیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے ؟

سوال

ہم اکثر سنتے ہیں کہ فلاں نے چھوٹے سے سبب کی بنا پر بیوی کو طلاق دے دی یا پھر بیوی کو زدکوب کیا، مثلا بیوی نے کھانا نہیں پکایا، یا کھانا لیٹ ہو گیا یا کھانا جل گیا، جب خاوند کو پوچھیں کہ ایسا کیوں کیا تو جواب دیتا ہے بیوی نے شرعی واجب میں سستی سے کام لیا ہے.
لیکن کیا آپ میں سے کسی نے یہ سوچا کہ آیا بیوی پر خاوند کی خدمت کرنے کا شرعی حکم کیا ہے ؟
آیا بیوی پر شرعا خاوند کی خدمت اور کھانا پکانا یا لباس دھونا واجب ہے یا نہیں ؟
کیونکہ جمہور علماء کرام کے قول کے مطابق بیوی پر خاوند کی ان امور میں خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اسے بغیر کسی جبر کے اختیار ہے وہ اپنی مرضی سے کر سکتی ہے میرا سوال یہ ہے کہ آیا یہ بات صحیح ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

بیوی پر خاوند کی خدمت کے واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام اسے واجب قرار نہیں دیتے، لیکن بعض اہل علم اسے واجب کہتے ہیں.

الموسوعة الفقهية الكويتية میں درج ہے:

" فقہاء کرام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی گھر میں خدمت کرنا جائز ہے، چاہے وہ ان عورتوں میں شامل ہوتی ہو جو اپنی خدمت خود کرتی ہوں یا نہ کرنے والی میں شامل ہوتی ہو، لیکن خدمت واجب ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے.

جمہور علماء کرام جن میں شافعیہ حنابلہ اور بعض مالکیہ شامل ہیں کے ہاں بیوی پر اپنے خاوند کی خدمت کرنا واجب نہیں، لیکن اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ عادت اور رواج کے مطابق خدمت کرے.

احناف کے ہاں بیوی پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین کام تقسیم کرتے ہوئے گھریلو کام کی ذمہ داری فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا پر اور باہر کے اعمال علی رضی اللہ تعالی عنہ پر ڈالی تھی.

اس لیے احناف کے ہاں بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنے کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں ہے.

لیکن جمہور مالکی حضرات اور ابو ثور اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق جوزجانی کہتے ہیں کہ بیوی کو گھریلو کام رواج اور عادت کے مطابق کرنا لازم ہیں، کیونکہ فاطمہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو کام کاج تقسیم کر دیے تھے، کہ فاطمہ گھر کے اندر والے اور علی باہر کے کام سرانجام دیں گے.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اگر میں کسی شخص کو کسی دوسرے کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اور اگر آدمی اپنی بیوی کو جبل احمر سے جبل اسود تك جائے، اور جبل اسود سے جبل احمر تك جائے تواسے ایسا کرنا ہوگا "

جوزجانی کہتے ہیں: یہاں جو اطاعت ہے و ہ ایسی چیز میں ہے جس کا کوئی خاوند کو فائدہ نہیں لیکن اگر خاوند کی معاش کا مسئلہ ہو تو پھر وہاں اطاعت کیسے نہ ہوگی.

اور اس لیے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو اپنی خدمت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

" عائشہ مجھے کھانا کھلاؤ، عائشہ مجھے ذرا چھری پکڑاؤ اور اسے پتھر پر تیز کر دو "

امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" ہر وہ عورت جو گھر میں روٹی پکا سکتی ہو یا آٹا پیس سکتی ہو اور رواج ہو کہ وہ عورت گھر میں یہ کام خود کرے تو خاوند پر یہ کام لازم نہیں ہونگے " انتہی.

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (19 / 44).

موسوعۃ میں یہ بھی درج ہے:

" مالکیہ کا مسلك مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

" .. لیکن اگر وہ امیر ترین گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس پر خدمت واجب نہیں، اور اگر خاوند فقیر الحال ہو تو خدمت کریگی " انتہی

دیکھیں: الموسوعة الفقهية الكويتية (30/ 126).

خدمت لازم ہونے کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر معاشرے میں بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہو اور لوگوں میں عادت اور رواج ہو اور شادی میں خدمت نہ کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو بیوی کو خدمت کرنا ہوگی، کیونکہ اس کا اسی طرح شادی قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ خدمت کرنا بھی قبول کر رہی ہے، اگر قبول نہ کرتی تو شادی میں شرط رکھتی، اس لیے کہ عرف اور عادت و رواج شرط لگانے کے مترادف ہے.

اہل علم کی ایک جماعت نے بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنا واجب بیان کرنے کے ساتھ اس کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" بیوی پر اپنے خاوند کی اچھے طریقہ سے مثل بمثل خدمت واجب ہے، اور یہ حالات کے مطابق مختلف ہوگی، لہذا ایک دیہاتی عورت کی خدمت شہری عورت کی طرح نہیں، اور طاقتور عورت کی خدمت کمزور عورت جیسی نہیں، ہمارے اصحاب میں سے ابو بکر بن ابی شیبہ اور جوزجانی نے یہی کہا ہے " انتہی

الاختیارات (352).

اور ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" فصل: عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم:

ابن حبیب " الواضحہ " میں کہتے ہیں: جب علی اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما نے خدمت کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ نے ان کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ فاطمہ باطنی گھر کے کام کاج کرے اور علی ظاہری باہر والے کام کرے.

پھر ابن حبیب کہتے ہیں: باطنی خدمت یہ ہے کہ: آٹا گوندھنا، اور روٹی پکانا، صفائی کرنا پانی وغیرہ لانا اور گھر کا سارا کام کاج کرنا.

صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چکی پیس کر ہاتھ خراب ہونے کی شکایت کرنے آئیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ کو گھر میں نہ پایا، اور انہوں نے اس کا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ذکر کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے انہیں فاطمہ کے آنے کا بتایا.

علی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے بستر میں لیٹ چکے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے اٹھنا چاہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنی جگہ ہی رہو، آپ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے حتی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی ٹھنڈك اپنے پیٹ پر محسوس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں ؟

جب تم اپنے بستر پر آؤ تو 33 بارسبحان اللہ اور 33بار اور 33 بار اللہ اکبر کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بھی بہتر ہے.

علی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی بھی یہ عمل ترك نہیں کیا.

عرض کیا گیا: صفین والی رات بھی ترك نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: صفین والی رات بھی ترك نہیں کیا "

اور صحیح حدیث میں اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ اپنے خاوند زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے سارے گھر کی خدمت کیا کرتی تھی، اور ان کے گھوڑے کو چارا ڈالتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی "

اسماء رضی اللہ تعالی عنہا سے ثابت ہے کہ وہ گھوڑے کو چارا ڈالتیں اور پانی لاتیں اور آٹا گوندھتی تھیں، اور دو ثلث فرسخ کی مسافت سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتیں.

اس میں فقھاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے سلف اور خلف رحمہ اللہ میں سے ایك گروہ گھر کی مصلحت والے کام کاج واجب قرار دیتے ہیں، ابو ثور کا کہنا ہے: بیوی اپنے خاوند کی ہر چیز میں خدمت کریگی.

لیکن ایك گروہ کسی بھی چیز میں خدمت واجب نہیں کرتا، ان میں امام مالك امام شافعی اور ابو حنیفہ اور اہل ظاہر شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عقد نکاح تو استمتاع اور فائدہ کا متقاضی ہے نہ کہ خدمت کا، ان کا کہنا ہے اس سلسلہ میں مذکورہ احادیث تو نفلی اور مکارم اخلاق پر مبنی ہیں اس میں وجوب کہاں سے ثابت ہوتا ہے ؟

لیکن خدمت واجب کہنے والوں نے دلیل اس سے لی ہے کہ یہی عادت اور معروف ہے جنہیں اللہ نے مخاطب کیا رہی عورت کہ وہ آرام کرے اور اس کا خاوند گھر کی صفائی کرتا پھرے اور خدمت کرے آٹا پیس کر گوندھے اور کپڑے دھوئے اور گھر کے سارے کام کرتا پھرے یہ تو ایك برا کام ہے.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان تو یہ ہے:

اور ان عورتوں كو بھی ويسے ہی حقوق حاصل ہيں جس طرح ان كے حقوق ہيں اچھے طريقہ كے ساتھ البقرة (228)
.

اور ايك دوسرے مقام پر ارشاد بارى تعالى ہے:

مرد عورتوں پر نگران ہيں النساء (34).

اور جب عورت اپنے خاوند كى خدمت نہ كرے، بلكہ خاوند اپنى بيوى كا خادم ہو اور وہ خدمت كرے تو كيا يہ اس خاوند كى اپنى بيوى پر نگرانى و حكرانى ہے.

اور يہ بھى كہ مہر تو عورت كى شرمگاہ اور اس سے استمتاع كے حصول كے مقابلہ ميں ہے، اور خاوند و بيوى ميں سے ہر ايك دوسرے سے اپنى حاجت و ضرورت پورى كرتا ہے اور اللہ تعالى نے بيوى كا نان و نفقہ اور اس كى رہائش اور لباس وغيرہ تو استمتاع اور خدمت اور جو خاوندوں كى عادت ہے كے مقابلہ ميں واجب كيا ہے.

اور يہ بھى كہ مطلق معاہدے اور عقد تو عادات كے مطابق ہوتے ہيں اور انہيں عادات پر محمول كيا جاتا ہے، اور عرف اور رواج تو يہى ہے كہ عورت اپنے خاوند كى خدمت كرتى اور گھر كے كام كاج كرتى ہے.

ان كا يہ كہنا كہ فاطمہ اور اسماء رضى اللہ تعالى عنہما كى خدمت تو احسان و نيكى اور نفلى طور پر تھى، اس كا رد يہ ہے كہ فاطمہ رضى اللہ تعالى عنہا خدمت كى بنا پر تكليف اٹھاتى تھيں، تو نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے على رضى اللہ تعالى عنہ كو يہ نہيں فرمايا كہ خدمت كرنا اس پر لازم نہيں بلكہ خدمت تو تمہيں كرنى چاہيے.

كيونكہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم حكم اور فيصلہ ميں كسى كى طرف مائل نہيں ہوتے تھے، اور جب نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے اسماء رضى اللہ تعالى عنہا كو سر پر چارا اٹھائے ہوئے ديكھا اور زبير رضى اللہ تعالى عنہ بھى ان كے ساتھ تھے تو آپ نے يہ نہيں فرمايا كہ: اس پر خدمت كرنا فرض نہيں، اور يہ ظلم ہے، بلكہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے اس خدمت كو صحيح قرار ديا، اور سب صحابہ كرام نے بھى اپنى بيويوں سے خدمت كرانا صحيح قرار ديا، حالانكہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كو علم تھا كہ كچھ اسے ناپسند بھى كرتى ہيں اور كچھ رضامند بھى ہيں، اس ميں كوئى شك و شبہ والى بات ہى نہيں ہے.

اور كسى گھٹيا اور شريف اور اسى طرح مالدار اور فقير و محتاج ميں فرق كرنا صحيح نہيں، ديكھيں سب سے شان و شرف و الى عورت اپنے خاوند كى خدمت كر رہى ہے، اور وہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس خدمت كى شكايت لے كر حاصل ہوتى ہے ليكن نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے اس كى شكايت نہيں سنى.

اور پھر نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے حديث ميں عورت كو قيدى كا نام ديتے ہوئے فرمايا:

" تم عورتوں کے متعلق اللہ کا تقوی اختیار کرو، یقینا وہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں "

العانی: قیدی کو کہا جاتا ہے، اور قیدی کا رتبہ یہی ہے کہ وہ جس کی قید میں ہے اس کی خدمت کرے، اور اس میں بھی کوئی شك و شبہ نہیں کہ نکاح قید اور غلامی کی ایك قسم ہے، جیسا کہ سلف رحمہ اللہ نے کہا ہے: نکاح غلامی ہے اس لیے تمہیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اپنی عزیزہ لڑکی کو کس کی غلامی اور قید میں دے رہا ہے، منصف شخص کے لیے مسلك میں راجح قول مخفی نہیں رہا، اور دلیل کے اعتبار سے کیا قوی ہے وہ بھی واضح ہوچکا ہے " انتہی

دیکھیں: زاد المعاد (5 / 186).

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" بیوی کا اپنے خاوند کی خدمت کا مسئلہ عرف اور رواج کی طرف رجوع کرتا ہے، جو عرف اور رواج میں ہو کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہو اس میں اس پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے، اور جس میں خدمت کا رواج اور عرف نہ ہو اس میں واجب نہیں ہوگی، اور یہ جائز نہیں ہے کہ خاوند اپنے والدین کی خدمت پر بیوی کو مجبور کرے، اور اگر بیوی اپنی ساس اور سسر کی خدمت نہیں کرتی تو خاوند کو ناراض ہونے کا حق نہیں ہے.

اسے اس سلسلہ میں اللہ سےڈرنا اور اللہ کا تقوی اختیار کرنا، وہ اس میں اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہے، اور وہ بہت ہی بلند و بالا ہے.

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اگر بیویاں تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو پھر تم ان پر کوئی راہ تلاش مت کرتے پھرو، یقینا اللہ تعالی بہت ہی بلند و بالا ہے انتہی

ماخوذ از: فتاوی نور علی الدرب.

اور الشرح الممتع میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" صحیح یہی ہے کہ بیوی پر اپنے خاوند کی بہتر اور اچھے طریقہ سے خدمت کرنے کو لازم کیا جائیگا " انتہی

دیکھیں: الشرح الممتع (12 / 441).

شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

کیا بیوی پر اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانا واجب ہے ؟

اور اگر وہ نہیں پکاتی تو کیا نافرمان کہلائیگی ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" مسلمانوں میں ابھی تك یہی عرف اور رواج ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی عادت کے مطابق خدمت کرتی ہے، اس کے لیے کھانا پکاتی اور اس کے کپڑے دھوتی اور گھر کے برتن وغیرہ صاف کرتی اور گھر کی صفائی بھی کرتی ہے، اور ہر وہ کام جو اس کے مناسب ہو انجام دیتی ہے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تك یہی عرف اور رواج چل رہا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا، لیکن بیوی کو ایسا کام کرنے کی مکلف نہیں کرنا چاہیے جس میں اس کے لیے مشقت ہو وہ اس کے لیے مشکل ہو، بلکہ عادت اور قدرت و استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے " انتہی

دیکھیں: فتاوی العلماء فی عشرۃ النساء (20).

اس سے یہ راجح ہوا کہ عادت اور عرف کے مطابق خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے، اور عورت کو گھریلو کام کاج کرنا ہوگا، اسی طرح خاوند گھر کے باہر کے کام جس میں کمائی وغیرہ شامل ہے سرانجام دےگا.

جو شخص جمہور علماء کرام کے قول خدمت واجب نہ ہونے کو لیتا ہے اسے ہم یہ کہیں گے کہ جمہور علماء کرام تو بیوی کے بیمار ہونے پر خاوند کو علاج کرانا بھی واجب نہیں کہتے کیونکہ ان کا کہنا ہے یہ بنیادی اور اساسی ضرورت نہیں، یا پھر نفقہ تو نفع کے مقابلہ میں ہے، اور علاج معالجہ تو اصل جسم کی حفاظت کے لیے ہے.

لیکن جو یہ دیکھے کہ اس دور میں تو علاج معالجہ اساسی اور بینادی ضرورت بن چکی ہے اس کے لیے یہی واضح ہوگا کہ بیوی کا علاج معالجہ کرانا واجب ہے.

سوال نمبر (83815) کے جواب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے آپ اس مطالعہ کریں.

اور یہ سوچا جائے کہ اگر بیوی نے گھر کے کام کاج نہیں کرنے تو اور کون کریگا ؟

کیونکہ خاوند تو سارا دن کمائی میں مشغول رہتا ہے، اور اکثر لوگ گھر میں ملازمہ رکھنے اور اس کی اجرت برداشت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے.

اور اگر عورتیں خاوند کی خدمت نہ کریں اور گھریلو کام کاج سے انکار کر دیں تو مرد ان سے شادی کرنے سے ہی اعراض کرنے لگیں گے، یا پھر وہ عقد نکاح میں خدمت کی شرط رکھیں گے تا کہ کوئی اشکال ہی نہ رہے.

والله اعلم